اخلاقِ محسنی: فارسی ادب کا اعلیٰ اخلاقی شاہ کار

محمد آفتاب عالم

ریسرچ اسکالر، شعبہ فارسی

بی-آر-امبیڈکر-بہار یونیورسٹی، مظفر پور، بہار

تلخیص

دنیا کی کسی بھی زبان میں وجود پذیر ہونے والا نثری یا شعری سرمایہ اس وقت تک معیاری ادب کے دائرے میں شامل نہیں ہو سکتا جب تک اس میں اخلاقی قدروں کی پاسداری نہ کی گئی ہو۔ اخلاق ان اعلی خوبیوں اور صفتوں کا نام ہے جن سے ایک پاکیزہ، مہذب اور پر امن سماج تشکیل پاتا ہے۔ ادب اور سماج میں اخلاقی خوبیوں کی جتنی اہمیت ماضی میں تھی، اس سے کہیں زیادہ آج اس کی ضرورت ہے۔ جرائم پہلے بھی کچھ کم نہیں تھے، مگر ان کا دائرہ ایک گونہ محدود اور اثرات بھی زیادہ وسیع نہیں تھے۔ مگر آج کی دنیا چونکہ انٹرنیٹ اور سیٹلائٹ کی وجہ سے انگلیوں کے پوروں پر نچائی جا رہی ہے، اس لیے آج ہونے والے جرائم کے اثرات کافی وسیع اور ماضی کے مقابلے میں زیادہ نقصان دہ ثابت ہو رہے ہیں۔ ان فسادات سے نبرد آزما ہونے اور حال کے ساتھ مستقبل کو بہتر بنانے کے لیے ماضی کے اخلاقی ادب پاروں کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔

دنیا کی دیگر زبانوں کی طرح فارسی زبان و ادب میں بھی اخلاقیات پر خاصہ کام ہوا ہے۔ خصوصیت کے ساتھ گلستان سعدی، اخلاق ناصری، اخلاق جلالی اور اخلاق محسنی وغیرہ اپنی مثال آپ ہیں۔ کمال الدین حسین بن علی سبزاواری معروف بہ ملا واعظ کاشفی (۸۴۰ھ-۹۱۰ھ) کی اخلاقِ محسنی ایک دیباچہ اور چالیس ابواب پر مشتمل ہے۔ جن میں قرآن وحدیث اور قصص وحکایات کے ذریعہ نہایت سہل اور دل نشین انداز میں اخلاقی خوبیوں کو بیان کیا گیا ہے۔ یہ فارسی زبان وادب کے ساتھ اخلاقیات کی بھی شاہ کار کتاب ہے۔

کلیدی الفاظ:- ملا واعظ کاشفی، اخلاق محسنی، مہذب سماج، اخلاقیات، فارسی زبان وادب۔

ملا واعظ کاشفی- مغلوں اور تیموریوں کی درندگی و تاراجگی کے بعد نویں صدی میں جن علاقوں نے علم وادب اور ہنر مندی کی آبیاری کی ان میں سبزاوار، مشہد، نیشاپور اور ہرات وغیرہ کا نام خصوصیت کے ساتھ لیا جا سکتا ہے۔ خراسان کے یہ وہ علاقے ہیں جنھوں نے فارسی زبان و ادب کو مولانا عبد الرحمن جامی، دولت شاہ سمرقندی، میر خواند، امیر علی شیر نوائی جیسے صاحبان علم و فضل عطا کیے۔ اسی دور میں ایک اور نام ملتا ہے جن کے زبان و قلم نے فارسی زبان و ادب کو اپنے اخلاقی شاہکار سے وسعت بخشی۔ تاریخ زبان و ادب فارسی میں انھیں ملا واعظ کاشفی کے نام سے جانا جاتا ہے۔

ملا کاشفی کا پورا نام کمال الدین حسین بن علی سبزاواری (۸۴۰ھ-۹۱۰ھ) ہے۔ ان کی ولادت- سبزاوار، خراسان میں ہوئی۔ وہیں تعلیم و تربیت پائی، پھر نیشاپور، مشہد ہوتے ہوئے ہرات میں مقیم ہوئے اور اپنے واعظانہ صلاحتوں سے عوام و خواص سے لے کر ارکان حکومت تک کو اپنا گرویدہ بنا لیا۔ رفتہ رفتہ پورے ہرات میں ملا کاشفی کی مجلس وعظ منعقد ہونے لگی۔ اپنی خانقاہ "دار السیادہ" میں قبل جمعہ، جامع مسجد علی شیر نوائی میں بعد جمعہ، منگل کے

دن مدرسہ سلطانی میں، بدھ کے دن مزار پیر مجرد خواجہ ابو الولید احمد کے احاطے میں اور جمعرات کے دن شہزادہ سلطان احمد میرزا کے یہاں مجلسیں لگتیں اور ہر جگہ عوام وخواص اور اصحاب فضل وکمال کی اتنی کثرت ہوتی کہ جگہیں تنگ رہا کرتی تھیں۔

میرزا محمد علی مدرس تبریزی(۱۳۷۳ھ) لکھتے ہیں:

"جامع علوم دینیه و عارف معارف الهیه و کاشف اسرار عرفانیه، دارای فنون غریبه، در نجوم و ریاضیات متبحر، در اصول موعظه و خبابه متبهر می باشد۔ در زمان سلطان حسین میرزا بایقرا در هرات و نیشابور مشغول وعظ و ارشاد بود و با صوتی خوش و آهنگی دلکش آیات قرآنیه و احادیث نبویه را با عبارات و اشارات مناسب بیان میکرد اینک با آن همه تبحر علمی که داشته با وعظ شهرت یافت۔ در مجلس وعظ او ازدحام تمام میشد۔"(۱)

ملا کاشفی مقبول انام خطیب وواعظ ہونے کے ساتھ کثیر التصانیف نقش بندی بزرگ بھی تھے(۲)۔ چنانچہ ان کے زرنگار قلم سے مختلف موضوعات پر درجنوں سے زائد کتابیں وجود میں آئیں۔ جن میں خصوصیت کے ساتھ "روضۃ الشہداء، جواہر التفسیر/ جواہر الاسرار، الرسالۃ العلیۃ فی الاحادیث النبویۃ، سبعہ کاشفیہ، مخزن الانشاء، انوار سہیلی اور اخلاق محسنی" شامل ہیں۔(۳-۴)

ملا کاشفی سے متعلق بعض حلقوں میں یہ بات بھی بیان کی جاتی ہے کہ ان کا تعلق شیعہ مکتبِ فکر سے تھا، حالاں کہ یہ محض قیاس آرائی ہے، جب کہ حقیقت یہ ہے کہ ان کا تعلق اہل سنت صوفی جماعت سے تھا۔ صوفیہ دیگر چیزوں کے ساتھ اہل بیت سے بہت زیادہ محبت کرتے ہیں۔ ان کی مجالس میں جن ہستیوں کا سب سے زیادہ ذکر ہوتا ہے وہ اہل بیت اطہار رضوان اللہ علیہم اجمعین ہوتے ہیں، اسی لیے بسا اوقات لوگوں کو دھوکا ہوتا ہے اور وہ ان پر شیعہ ہونے کا الزام لگا دیتے ہیں۔ ماضی میں امام شافعی رحمہ اللہ پر بھی شیعہ ہونے کا الزام لگا تھا جس کی وجہ سے انھیں یہاں تک کہنا پڑا کہ اگر محض محبت اہل بیت کا نام شیعہ ہے تو دنیا یاد رکھے میں شیعہ ہوں۔

ملا کاشفی نے بھی صوفیہ کے اسی طریق محبت پر چلتے ہوئے روضۃ الشہداء نامی ایک کتاب لکھی جس میں امام حسین علیہ السلام اور شہیدان کربلا کا والہانہ اور دردمندانہ ذکر کیا ہے اور ان سے اپنی محبتوں کا اظہار کیا ہے۔ اسی کتاب کو بنیاد بنا کر بعض حلقوں نے انھیں شیعہ ثابت کرنا چاہا، حالاں کہ اس کا زمینی سچائی سے دور کا بھی واسطہ نہیں ہے۔ وہ ایک صوفی اسکالر تھے اور اہل سنت سے تھے جس پر ان کی تمام کتابیں شاہد ہیں۔

اخلاق محسنی۔ "اخلاقِ محسنی" ملا حسین واعظ کاشفی کی شاہ کار تصنیف ہے۔ یہ کتاب ۹۰۰ھ میں پایہ تکمیل کو پہنچی اور آخری تیموری بادشاہ ابو الغازی سلطان حسین بایقرا کے نام معنون ہوئی۔ اس کی پہلی اشاعت کی درست تاریخ تک رسائی نہ ہو سکی، لیکن یہ کتاب اٹھارہویں صدی میں لائبریری کی فہرست میں شمار ہوئی اور ۱۹۱۲ میں لاہور سے، ۱۹۲۰ میں کانپور سے اور ۱۹۲۱ میں لکھنؤ سے فارسی زبان میں شائع ہوئی۔ بعد کے ادوار میں مختلف زبانوں میں اس کے تراجم بھی ہوئے۔ اردو میں قاضی سجاد حسین صدر مدرس مدرسہ عالیہ فتح پوری دہلی کے علاوہ راجہ راجیشور راؤ اصغر نے بھی محبوب الاخلاق کے نام سے اس کا ترجمہ کیا ہے۔

ملا کاشفی کا شمار عہد تیموری کے ان فارسی ادبا میں ہوتا ہے جنھوں نے سادہ اسلوب نگارش کو فروغ بخشا۔ اگرچہ اس زمانے میں مسجیٰ و مقفیٰ اور پر تکلف تحریریں بھی ظہور پذیر ہو رہی تھیں جس کی ایک جھلک خود ملا کاشفی کی "انوار سہیلی" میں دیکھی جا سکتی ہے۔ مگر ان کی دوسری کتابیں بہت حد تک تکلفات سے پاک ہیں۔ جہاں تک بات "اخلاقِ محسنی" کی ہے تو یہ نہایت سادہ، عام فہم اور سہل ممتنع اسلوب میں لکھی گئی ہے۔ اس کے فقرے

ایجاز و اختصار کے جامع، تشبیہات سادہ و شگفتہ، الفاظ کے آہنگ موزوں و متناسب ہونے کے ساتھ نثر کے درمیان جگہ جگہ موقع و محل کی مناسبت سے اس خوبصورتی و موزونیت کے ساتھ اشعار شامل کیے گئے ہیں کہ قرات کی چاشنی دوبالا ہو جاتی ہے۔

یہ کتاب ایک دیباچہ اور چالیس ابواب: "عبادت، اخلاص، دعا، شکر، صبر، رضا، توکل، حیا، عفت، ادب، علو ہمت، عزم، جد و جہد، ثبات و استقامت، عدل، عفو، حلم، خُلق و رِفق و نرمی، شفقت، مرحمت، خیرات و مبرات، سخاوت و احسان، تواضع و احترام، امانت و دیانت، وفا بعہد، صدق، انجاح حاجات، تانی و تامل، مشاورت و تدبیر، حزم و دور اندیشی، شجاعت، غیرت، سیاست، تیقظ و خبرت، فراست، کتمان اسرار، اختتام فرصت و طلب نیک نامی، رعایت حقوق، صحبت اخیار، دفع اشرار اور تربیت خدم و حشم و آداب ایشان"(5) پر مشتمل ہے۔ متعلقہ عنوانات اخلاقیات کے مختلف شعبوں اور متعدد پہلوؤں کا احاطہ کیے ہوئے ہیں، جن سے اس کتاب کی اہمیت و افادیت کا اندازہ ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ زمانہ تصنیف سے لے کر تاحال یہ کتاب مختلف انداز سے فارسی زبان و ادب سے دل چسپی رکھنے والوں کا مرکز توجہ بنی ہوئی ہے اور متعدد جہتوں سے فارسی درس گاہوں میں شامل نصاب بھی ہے۔

ملا کاشفی نے مغلوں اور تیموریوں کے ہاتھوں تباہ شدہ حالات کا بذات خود مشاہدہ کیا تھا اور اپنے بڑوں سے ان کے مظالم کی داستانیں سنی تھی جس کے نتیجے میں عوام کا خواص سے اعتماد ختم ہو رہا تھا۔ لوگ حکمراں طبقے سے بدظن اور خائف رہنے لگے تھے۔ جب کہ حکمراں بھی ڈنڈے کی زبان میں ہر چیز تھوپنے کے عادی ہوئے جا رہے تھے۔ ایسے دور میں بقول ملا واعظ انھیں ابو الغازی سلطان حسین بایقرا اور اس کے وزیر امیر علی شیر نوائی جیسے با اخلاق اشخاص کی معیت نصیب ہوئی جن کے اخلاق کریمانہ سے ملا واعظ کافی متاثر ہوئے۔ ملا واعظ کا ماننا ہے کہ بادشاہت کار پیغمبری ہے۔ لہذا، حکومت و سلطنت کے افراد کا بلند اخلاق ہونا نہایت ضروری ہے تاکہ عدل و انصاف اور کمال محبت و شفقت سے رعایہ کا خیال رکھتے ہوئے اس کام کو آگے بڑھایا جاتا رہے۔ چناں چہ ملا واعظ نے چالیس خصوصی عناوین کے تحت اس کتاب کو ترتیب دیا کہ اگر کوئی حکمراں طبقہ اپنے اندر ان اوصاف و کمالات کو جمع کر لے تو وہ بہتر حکومت کر سکتا ہے۔ یوں تو یہ کتاب ایک طرح سے حکمراں طبقے کے لیے لکھی گئی ہے، لیکن یہ عوام الناس کے لیے بھی یکساں مفید ہے کہ اخلاقیات کی ضرورت جہاں حکمراں طبقے کو ہے وہیں عوام بھی ان سے مستغنی نہیں ہیں۔

حکمراں طبقے کی بنیادی ذمہ داری امن و امان کے قیام کے ساتھ عوام الناس کی ہمہ جہت ترقی ہوتی ہے اور یہ حکمرانی کبھی ملکی سطح پر قائم ہوتی ہے تو کبھی صوبائی اور ضلعی سطح پر، تو کبھی خاندان اور گھر کی چھوٹی سی فیملی کی سطح پر۔ حکمرانی خواہ جس سطح پر ہو ایک مہذب سماج کی تشکیل کے لیے اخلاقیات ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتی ہے کہ اس کے بغیر ایک مہذب اور ترقی یافتہ سماج کی توقع ہتھیلی پر دوب اگانے جیسا ہے۔ قدیم زمانے میں ذرائع نقل و حمل زیادہ وسیع نہیں تھے، نہ لوگوں کے روابط جلد قائم ہوتے تھے تو اس زمانے میں وقوع پذیر فسادات کے اثرات بھی دور رس کم ہی ہوا کرتے تھے۔ لیکن آج انٹرنیٹ اور نو ایجاد سہولیات کے ذریعہ نقل و حمل کے ساتھ روابط بھی جلد قائم ہو رہے ہیں اور آپسی تعلقات و معاملات میں بھی تیزی آ رہی ہے۔ یہ عمل جہاں ایک طرح سے خوش آئند ہے وہیں بہت احتیاط کا متقاضی بھی ہے جس کی کما حقہ پاس داری اخلاقیات کے بغیر کسی صورت ممکن نہیں۔ آج کے اس مشینی دور میں مکر و فریب اور ظلم و فساد سے دو فرد، دو خاندان یہاں تک کہ دو ملکوں کو اگر کوئی چیز بچا سکتی ہے تو وہ اعلیٰ اخلاقی اوصاف ہی ہیں جن کا تذکرہ ملا واعظ کاشفی کی خلاقِ محسنی میں کیا گیا ہے۔

ہر فرد ذمہ دار ہے

پیغمبر اسلام حضرت محمد ﷺ فرماتے ہیں:

"کلکم راع و کلکم مسئول عن رعیتۃ، والامیر راع، و الرجل راع علی اھل بیتہ، و المراۃ راعیۃ علی بیت زوجھا و ولدہ، فکلکم راع و کلکم مسئول عن رعیتہ"۔(6)

تم میں کا ہر شخص ذمہ دار ہے اور تم میں سے ہر شخص سے اپنے ماتحت کے بارے میں سوال کیا جائے گا۔ امیر ذمہ دار ہے، آدمی اپنے افراد خانہ کا ذمہ دار ہے، عورت اپنے شوہر کے گھر اور اس کی اولاد کی ذمہ دار ہے۔ اس طرح تم میں کا ہر شخص ذمہ دار ہے اور تم میں سے ہر شخص سے اپنے ماتحت کے بارے میں سوال کیا جائے گا۔

دور اندیشی اور فراست بینی

اپنی ذمہ داریوں کو ٹھیک ادا کرنے کے لیے سب سے پہلے آدمی کو صاحب بصیرت اور دور اندیش ہونا ضروری ہے۔ اور آدمی دور اندیشی اور فراست و بصیرت سے کام نہیں لے گا تو اکثر اوقات لوگوں کے معصومانہ نقاب سے دھوکا کھا جائے گا اور کام بننے کی بجائے بگڑتے چلے جائیں گے۔ مثلاً: آپ کا کسی سے جب بھی کوئی معاملہ ہو تو اولا! اس بات کو اچھی طرح جانچ لینا چاہیے کہ بندہ قابل اعتماد ہے بھی یا نہیں۔ ورنہ اگلے کی چکنی چپڑی باتوں میں آکر اگر معاملہ کر بیٹھے تو عین ممکن ہے وہ آپ کے ساتھ فراڈ کر بیٹھے اور آپ اس کے پیچھے اپنا قیمتی وقت برباد کرتے پھریں۔ آج کل انٹرنیٹ کی وجہ سے اس طرح کے معاملات کافی ظہور پذیر ہو رہے ہیں۔ اس لیے کسی بھی فرد بشر سے معاملات کرتے وقت مختلف زاویہ سے اس بات کی تحقیق لازمی ہونی چاہیے کہ اگلا شخص قابل بھروسہ ہے کہ نہیں۔ اسی کے ساتھ اس بات کا بھی خوب خیال رکھنا چاہیے کہ صرف اپنی تحقیق پر بھروسہ کرنے کی بجائے اپنے احباب و اخیار سے مشاورت بھی ہو جائے۔ کیوں کہ یہ بھی امکان ہے کہ آپ نے ایسے ہی افراد کے ذریعہ تحقیق کی ہو جس کا کام اگلے نے وقت پر کر دیا ہو، جب کہ بے شمار ایسے افراد بھی ہوں گے جن کا کام اس نے مہینوں مؤخر کیا ہو گا۔ اس لیے مشاورت بھی ایک اہم اور ضروری عمل ہے تا کہ حقائق ہر جہت سے روشن ہو سکیں۔ اور اس طرح کا احتیاط و دور اندیشی عقل مندوں کی نشانی ہے۔

اخلاقِ محسنی کے انتیسویں باب میں ملا واعظ لکھتے ہین:

"مرد عاقل چون علامتِ شر و فساد تو ھم کند فی الحال بتدارک آن مشغول گردد و جاھل تا در ورطہ بلا نیفتد متنبہ نگردد۔ مثلاً: چون خردمند بیند کہ کسے سنگ و آہن بر ھم میزند تصور کند کہ آتشے ظاہر خواھد شد، در اندیشہ تدارک آن افتد، و نادان تا درمیان آتش نہفتہ از سوزش آن خبر نیابد۔(7)

عقل مند آدمی شر و فساد کی علامت دیکھتے ہی اس کے تدارک میں لگ جاتا ہے، جب کہ جاہل آدمی اس وقت تک ہوش میں نہیں آتا جب تک اس کا شکار نہ ہو جائے۔ مثلاً: عقل مند آدمی جب کسی کو پتھر بازی کرتے دیکھتا ہے تو فوراً یہ سوچتا ہے کہ شاید آگ بھڑکنے والی ہے اور اس سے بچاؤ کی فکر کرنے لگتا ہے، جب کہ نادان شخص جب تک آگ سے گھِر نہیں جاتا اسے اس کی جلن کا احساس تک نہیں ہوتا۔

مشاورت اور تدبیر

قرآن میں اللہ سبحانہ کا ارشاد ہے:

"وشاورھم فی الامر"۔(8) معاملات سے متعلق ان (صحابہ) سے مشورہ کر لیا کریں۔

مشورے کے چند فائد میں سے ایک تو یہ ہے کہ آدمی طعن و تشنیع سے بہت حد تک بچ جاتا ہے۔ دوسرا یہ کہ اس سے کام کے بہتر انجام دہی کے مثبت راستے نکل آتے ہیں اور بہت سے درپیش مشکلات سے آدمی پیشگی نجات پا جاتا ہے۔

قطعہ:

ہر کہ بے تدبیر کارے کرد ملک از دست داد	ملک میخواہی بنائے کار بر تدبیر نہ
بہر تسخیر ممالک لشکر و خیل و حشم	جملہ درکارند لیکن زین ہمہ تدبیر بہ

پاس وعدہ اور راست گوئی

انسان کو راست گو اور سچا ہونا چاہیے گو کہ دروغ گوئی سے لاکھ وقتی فائدہ ہو، لیکن انجام کار رسوائی اور بے اعتباری ہی ہاتھ لگتی ہے۔ جب کہ سچا آدمی جہاں ہوتا ہے سرخرو اور باعزت ہوتا ہے۔ مزید بر آں راست گوئی کی جو لازمہ ہے وفاداری یعنی وعدہ پورا کرنا اس سے بھی آدمی کا متصف ہونا ضروری ہے، ورنہ راست گوئی فقط رسم بن کر رہ جائے گی، حقیقت سے اس کا کوئی واسطہ نہیں ہوگا۔ اور پھر یہ حکم خداوندی بھی ہے۔

فرمان باری تعالیٰ ہے:

"یٰایھا الذین آمنوا اوفوا بالعقود"(9) اے ایمان والو! وعدہ پورا کرو۔

حدیث پاک ہے:

" لا دین لمن لا عھد لہ"(10) وعدہ خلافی کرنے والا دین دار نہیں ہوتا۔

پاس وفا یہ ہے کہ آدمی جس کو جو زبان دے اور جس کا جو حق بنے اس کا بہر حال خیال رکھے۔ اس سے سماج میں اتحاد، محبت اور انسیت کی فضا ہموار ہوتی ہے جس سے سب یکساں طور پر ترقی کی طرف گامزن ہوتے ہیں۔ اگر یہ اوصاف کبھی لوگوں میں معدوم ہو جائیں تو سماج اندرونی انتشار اور آپسی بگاڑ کا شکار ہو کر تیزی سے زوال آمادہ ہو جائے گا جو ایک مہذب سماج کی تشکیل میں بڑی رکاوٹ ثابت ہوگا۔ موجودہ عہد جو موبائل اور انٹرنیٹ کا عہد ہے آج وعدہ خلافی بصورت کذب بیانی عام مشاہدے کی چیز بن گئی ہے جس سے ایک دوسرے پر لوگوں کا اعتماد مجروح ہو رہا ہے۔ نتیجتاً دھوکا اور فراڈ میں اضافہ ہو رہا ہے جو بہر صورت مہذب سماج کے لیے نقصان دہ ہے، جس سے بچنا ضروری ہے۔

سخاوت و شفقت

انسانی تعلقات کو بہتر بنائے رکھنے کے لیے سخاوت و مروت اور شفقت و مہربانی کی بہت زیادہ اہمیت ہے۔ یہ وہ خوبیاں ہیں جو دشمن کے دلوں میں بھی نرمی اور محبت پیدا کر دیتی ہیں۔ تاریخ انسانی میں سخاوت ہی کی وجہ سے حاتم طائی کا نام بڑے ادب سے لیا جاتا ہے۔ ملا واعظ نے کتاب "جواہر الامارہ" کے حوالے سے ایک واقعہ یہ نقل کیا ہے کہ حاتم طائی کی وفات کے بعد بارش کی وجہ سے جب اس کی قبر خراب ہونے لگی تو اس کی اولادوں نے نعش منتقل کرنے کا ارادہ کیا۔ اور جب انتقال مکانی کے لیے قبر کھولی گئی تو نعش بالکل صحیح و سلامت نکلی، جسے اس کی صفت سخاوت کا ثمرہ قرار دیا۔ (11)

لوگوں کے ساتھ رعایت کا رویہ اختیار کرنا اور وقتاً فوقتاً ان کے ساتھ عطا و اکرام کا برتاؤ کرنا ان کے اندر جاں نثاری اور خدمت کا جذبہ پیدا کرتا ہے جس کی وجہ سے کارہائے جہاں سہل اور آسان ہوتے ہیں۔ لوگ مفاد عامہ کے کاموں میں اور دوسرے تمام کارہائے دین و دنیا میں کمال تندہی کے ساتھ شامل ہوتے ہیں اور وقت پڑنے پر اپنے سردار اور سرکار ہر ایک کے لیے جاں دینے سے بھی دریغ نہیں کرتے۔ اور آج کے اس دور جمہوریت میں ترقی کرتی دنیا کو ہر سطح پر جاں نثاروں کی ضرورت ہے، جنھیں شفقت و مروت اور سخاوت و مہربانی ہی سے رام کیا جا سکتا ہے۔ مگر ناشکری،

بے اعتمادی اور مفاد پرستی کے اس دور میں کامیابی اتنی آسان بھی نہیں ہوتی۔اس کے لیے کامل صبر اور تواضع وانکساری کی ضرورت ہوگی۔بے صبر اور متکبر آدمی اپنا کام جلد خراب کرلیتاہے۔کامیابی اور ناکامی کے پیچھے سب سے بڑا سبب انسان کا اپنا اچھا یا برا رویہ ہوتا ہے۔بے صبر اور متکبر آدمی لوگوں کو اپنے جیسا انسان نہیں، کام کی مشین سمجھتا ہے۔اسے لوگوں کے دکھ، تکلیف کا خیال نہیں رہتا اسے صرف اپنے کام سے مطلب ہوتا ہے۔اس کے یہاں نرمی، شفقت اور اپنائیت نہیں ہوتی، بلکہ بے جا سختی، روکھاپن اور غیریت ہوتی ہے جو انسان کو قریب کرنے کی بجائے دور کرتی ہے۔اس سے سماج میں بدامنی اور نفرتیں پروان چڑھتی ہیں، جو ایک مہذب سماج کو کسی صورت زیب نہیں دیتیں۔

بلند ہمتی اور بہادری

آدمی کا بلند ہمت اور بہادر ہونا بھی ضروری ہے۔کیوں کہ انسان کی بلند ہمتی اور شجاعت و بہادری لوگوں میں بغاوت کے جذبات پنپنے نہیں دیتی اور نہ انھیں شرکشی پہ آمادہ ہونے دیتی ہے۔وہیں اگر انسان بزدل اور ڈرپوک ہو تو ہر کوئی نہ اس کے مدمقابل کھڑے ہونے کی ہمت کرلیتا ہے، بلکہ اسے کچل کر آگے بڑھنے کی تاک میں رہتا ہے۔دلیری آدمی میں بڑے سے بڑے معرکے کو سر کرنے اور سخت سے سخت مصیبت کو برداشت کر جانے کا حوصلہ پیدا کرتی ہے۔آج کے اس دور میں جہاں چھوٹی چھوٹی باتوں پر لوگ ڈپریشن کے شکار ہو رہے ہیں اور خودکشی کی طرف بڑھ رہے ہیں ایسے میں بلند ہمتی اور بہادری انسانوں ان بری حرکات وکیفیات سے بہت حد تک محفوظ رکھنے میں معاون ثابت ہوگی۔

رازداری

اخلاقی خوبیوں میں ایک اہم خوبی راز و نیاز کی باتوں کو چھپائے رکھنا ہے۔کیوں کہ جو شخص اپنا راز فاش کر دیتا ہے وہ اپنی منزل سے بہت دور چلا جاتا ہے۔کیوں کہ دنیا میں سچے دوست کم اور حسد و دشمن زیادہ ہوتے ہیں۔مزید اگر کسی نے اپنی کوئی خفیہ بات اپ سے شیر کی اور اسے راز رکھنے کی تاکید کی، اگر اپ اسے فاش کر دیتے ہیں خواہ ایک ہی شخس کے سامنے سہی، اگلے شخص کی نظروں میں آپ گر جائیں گے اور اس طرح سماجی ہم آہنگی اور اعتماد کو ٹھیس پہنچے گی۔

منہ سر خود باکسے درمیان	کہ محرم نہ بنی ز اہل جہان
بگشتم در اطراف عالم بسے	ندیدم ز یاران محرم کسے

نیکوں کی صحبت اور بروں سے پرہیز

مذکورۃ الصدر اوصاف و کمالات میں پایداری کے لیے لازم ہے کہ نیکوں کی معیت وصحبت اختیار کی جائے اور حتی المقدور بروں سے دوری اور اجتناب برتی جائے۔کیوں کہ برے ہر وقت نقصان کی راہ دکھائیں گے، جب کہ نیک اچھائی اور فائدہ مندی کی دعوت دیں گے۔نیکوں کی صحبت عقل و شعور کو صیقل کرتی اور روح کو فرحت و تازگی بخشتی ہے، جب کہ برے لوگ نہ صرف برائی پر امادہ کرتے ہیں، بلکہ قلب کو اخلاقی برائیوں کا خوگر بنا دیتے ہیں۔

اخلاص

انسان کا کوئی بھی عمل اور کوئی بھی رویہ اگر اس کا مقصود و منشائے واحد صرف اور صرف خدائے بزرگ و برتر کی رضا نہ ہو تو وہ ریا اور دکھاوے کے علاوہ کوئی دوسرا نام نہیں پاسکتا۔ریاکار کے سارے اعمال رد کر دیے جائیں گے۔کل میدان قیامت میں جب وہ اٹھایا جائے گا تو دنیا کے

سارے وہ اعمال جسے اس نے بطور دکھاوا کیا ہوگا نسیا منسیا ہوں گے۔ اس لیے کسی بھی عمل سے پہلے عامل کے اندر اخلاص کا ہونا لازمی ہے۔ بغیر اخلاص کے شرعی مطلوبات بھی رائگاں، جب کہ اخلاص کے ساتھ بظاہر دنیوی اعمال بھی مقبول و مثاب ہوں گے۔

خلاصہ

یہ ہے کہ اخلاقیات اپنے تمام صفات حسنہ کے ساتھ ایک فرد، جماعت، صوبہ اور ملک ہر سطح پر مطلوب ہیں۔ اس کے بغیر نہ کوئی معاشرہ مہذب ہو سکتا ہے اور نہ کوئی سماج پر امن رہ سکتا ہے۔ ملکی فضا سے لے کر فرد واحد کے اندرون تک جو چیز راحت و سکون کا باعث ہے وہ یہی اخلاق ہے۔ اسباق اخلاقیات کے لیے فارسی زبان و ادب کا یہ شاہ کار: اخلاقِ محسنی نہایت سہل انداز میں ایک نعمت کا درجہ رکھتی ہے۔ نئی نسل خاص طور پر موبائل اور انٹرنیت کے یوزرس کے لیے یہ کتاب بہت اہم ان معنوں میں ہے کہ اس کی مدد سے وہ اپنے اندر ایسے اوصاف پیدا کر سکتے ہیں جن کی وجہ سے ذہنی الجھن، دباؤ اور پریشانی سے محفوظ رہ کر ڈپریشن اور خودکشی کے ساتھ موجودہ جدید فراڈ اور فساد سے بھی بچ سکیں۔ یہاں صرف چند باتیں بطور نمونہ بیان کی گئی ہیں جن سے اس کتاب کے بامعنی مضامین کا اندازہ بآسانی کیا جا سکتا ہے۔ باقی تفصیلات کے لیے اصل کتاب کی جانب رجوع کرنا چاہیے۔

منابع

۱- ریحانۃ الادب، ج:۵- ص:۲۹/ کاشفی- از: میرزا محمد علی مدرس تبریزی- چاپ: چہارم- ناشر: کتاب فروشی خیام، خیابان جمہوری اسلامی۔

۲- چکیدہ تاریخ ادبیات ایران، حصہ نثر اول، ص:۱۰۹- ڈاکٹر منظر امام۔ کتابستان، چندوارہ، مظفرپور، بہار۔ 2000

۳- السابق:

۴- A Literary History Of Persian . Page No-441-445 ای، جی، براؤن-۲۰۱۱- Goodword Books , New Delhi-

۵- اخلاقِ محسنی- بات:۲۹، ص:8 - 7، ملا حسین واعظ کاشفی- مطبع تیج کمار لکھنؤ، ۱۹۷۲ء-

۶- صحیح البخاری، ح:۵۲۰۰۔ راوی: عبداللہ بن عمر۔ محمد بن اسمعیل بخاری۔

۷- اخلاقِ محسنی- بات:۲۹، ص:۱۰۱، ملا حسین واعظ کاشفی- مطبع تیج کمار لکھنؤ، ۱۹۷۲ء-

۸- قرآن- آل عمران:۱۵۹۔

۹- قرآن- المائدۃ:۱۔

۱۰- مسند احمد بن حنبل- ح:۱۲۵۶۷، راوی: انس بن مالک- امام احمد بن حنبل

۱۱- اخلاقِ محسنی- بات:۲۱، ص:۷۴-۷۵ ص، ملا حسین واعظ کاشفی- مطبع تیج کمار لکھنؤ، ۱۹۷۲ء-

***